ہو گا اسی مناسبت سے ان کو آزمائشوں سے واسطہ بھی پڑے گا۔ جیسے جو پرائمری کا امتحان پاس کر لے اسے ہی مڈل' میٹرک اور پھر آگے کے امتحانات سے گزرنا ہو گا اور جو پرائمری ہی میں فیل ہو جائے اس کے لئے اگلے امتحانات کا کیا سوال؟ اگلے امتحان کا موقع تو بتدریج آتا ہے ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں!

چنانچہ حج اور عید الاضحیٰ یہ دو اسلامی عبادات اور شعار دونوں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کے گرد گھومتے ہیں' جن کی تعظیم و تکریم کرۂ ارض کے بسنے والوں کی دو تہائی آبادی کرتی ہے۔

عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

حج کا رُکنِ رکین تو وقوفِ عرفات ہے ــــــ اس کے علاوہ سورۃ الحج میں دو بنیادی ارکان کا ذکر ملتا ہے' ایک اللہ کے نام پر جانور کی قربانی اور دوسرے بیت اللہ کا طواف۔ اور ان میں بھی زیادہ زور اور تکرار و اصرار قربانی پر ہے ــــــ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ حج ارکانِ اسلام میں سے جامع ترین رکن ہے۔ لیکن اس کا معاملہ یہ ہے کہ یہ ایک خاص مقام اور جگہ سے متعلق ہے۔ حج آپ کسی دوسرے مقام پر کر ہی نہیں سکتے۔ اس کی ادائیگی کے لئے تو آپ کو مقررہ تاریخوں اور دنوں میں ارضِ مقدس جانا پڑے گا اور اس میں ﴿ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ کی شرط موجود ہے۔ اس کی استطاعت ہر ایک کو تو حاصل نہیں ہے ــــــ تو "مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ" یہ ایک اصول ہے۔ عقل عام (Common Sense) کے تحت یہ کہا جاتا ہے کہ جو چیز کُل کی کُل حاصل نہ ہو سکتی ہو تو اسے کُل کی کُل کو چھوڑ ہی نہیں دینا چاہئے۔ اس میں سے جو کچھ بھی ملتا ہو وہ تو لو۔ بس اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ حج کے ارکان میں سے ایک رکن قربانی ہے۔ گویا بلاشبہ عید الاضحیٰ اور اس کے

ساتھ "قربانی" حج ہی کی توسیع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ حج اس اعتبار سے ایک محدودیت کا حامل ہے کہ اس کے تمام مراسم و مناسک ایک متعین علاقے یعنی مکّہ مکرمہ اور اس کے نواح ہی میں ادا کئے جاتے ہیں اور کئے جاسکتے ہیں۔ اسی لئے اس کے ایک رکن یعنی اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی کو وسعت دے دی گئی ہے' تاکہ اس روئے زمین پر بسنے والا ہر مسلمان اس میں شریک ہو جائے اور یہی عید الاضحیٰ اور اس کے ساتھ قربانی کی اصل حکمت ہے —— لہٰذا واجب ہے کہ استطاعت رکھنے والا ہر مسلمان عید الاضحیٰ پر قربانی کرے۔ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرپا رہا' وہ سعی بین الصفا والمروۃ نہیں کرپا رہا' وہ منیٰ میں قیام نہیں کرسکتا' وہ وقوفِ عرفہ سے محروم ہے۔ وہ ان تمام برکات سے تہی دست رہ گیا ہے تو اس میں ایک حصّہ ایسا ہے کہ جو مقام و مکان کی قید سے آزاد ہے' اس لئے وہ پورے کرۂ ارضی کے تمام مسلمانوں میں بانٹ دیا گیا ہے' سب کو جس میں شریک کرلیا گیا ہے' وہ ہے نماز عید الاضحیٰ اور اس کے ساتھ جانوروں کی قربانی۔ تاکہ دنیا بھر کے مسلمان اس کام میں شریک ہو جائیں۔

ایک بات نوٹ کرلیجئے کہ شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام سے قبل ارکانِ حج میں سے بہت بڑا رکن یہ قربانی ہی تھا۔ مثلاً سورۃ الحج میں' جس کا اکثر و بیشتر حصّہ مکّی ہے اور کچھ حصّہ دورانِ سفرِ ہجرت نازل ہوا ہے' حج کے احکام کا جو ذکر آتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں سب سے زیادہ زور طواف اور قربانی پر ہے۔ لیکن سورۃ البقرۃ میں حج کے ارکان کا جو بیان آیا ہے اس میں قیامِ منیٰ' وقوفِ عرفات' قیامِ مزدلفہ اور وہاں پر ذکرِ الٰہی کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہاں قربانی کا ذکر نہیں ہے۔ آپ کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوگی۔ اصل بات سمجھئے' وہ یہ کہ شریعتِ محمدیؐ میں حج کے موقع پر قربانی کی اہمیت کم ہو گئی ہے' اتنی نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔ یہ باہر سے جانے والے جو قربانی دیتے ہیں یہ "تمتّع" کی قربانی دیتے ہیں' کیونکہ ایک ہی سفر میں وہ عمرہ بھی کر رہے ہوتے ہیں اور حج بھی۔ "تمتّع" اسی کو کہتے

ہیں۔ یہ اس تمتع کا شکرانہ ہے جو ہر شخص قربانی کی شکل میں کر رہا ہے۔ وہاں کا یعنی عرب کا جو مفرد حاجی ہے' اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن یہ قربانی پوری دنیا میں عام کر دی گئی ہے۔

اب ہمارے ہاں جو منکرینِ حدیث ہیں ان کی عقل بالکل الٹی ہے' ان کی مت ماری گئی ہے' لہٰذا غلط استدلال کرتے ہیں۔ وہ وہاں کی قربانی کے تو قائل ہیں' یہاں کی قربانی کے قائل نہیں ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہاں قربانی کا گوشت ضائع ہوتا ہے۔ حالانکہ عقلی طور پر یہ موقف بالکل غلط ہے۔ یہاں گوشت کی ایک بوٹی بھی ضائع نہیں ہوتی۔ گوشت ضائع تو وہاں ہوتا ہے۔ وہاں کا معاملہ یہ ہے کہ ایک ہی مقام پر لاکھوں جانور ذبح ہوتے ہیں۔ ضیاع بھی اگر کسی درجہ میں کوئی دلیل ہے تو ضیاع تو وہاں ہے' یہاں تو نہیں ہے۔ یہاں تو قربانی کے جانور کی اکثر وبیشتر کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی۔ کھالیں ضائع نہیں ہوتیں۔ ان کی قیمت فروخت سے ملک کے بے شمار دار العلوموں اور رفاہی اداروں کو ایک معقول آمدنی ہوتی ہے اور اس آمدنی سے بے شمار رفاہی کام انجام پاتے ہیں۔ بال ضائع نہیں ہوتے' ان سے اون تیار ہوتی ہے اور مختلف نوع کی صنعتوں میں کام آتی ہے۔ یہاں رودے ضائع نہیں ہوتے' آنتیں اور انتڑیاں تک ضائع نہیں ہوتیں' ان کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اب تو خون بھی جمع ہو رہا ہے جو پولٹری فیڈ میں استعمال ہو رہا ہے۔ ہڈیاں جمع ہو کر استعمال ہوتی ہیں۔ گویا قربانی کے گوشت کے علاوہ' جو کھانے کے کام آتا ہے اور اس کا کافی حصہ ان لوگوں کو بھی پہنچ جاتا ہے جن بے چاروں کو اس مہنگائی کے دور میں شاید سال بھر کے دوران گوشت خریدنا نصیب نہ ہوتا ہو' اس کی ہر چیز استعمال میں آجاتی ہے۔ لہٰذا یہاں تو کسی چیز کے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں تو قربانی کے جانور کا ریزہ ریزہ آپ استعمال کر لیتے ہیں' جبکہ "منیٰ" میں منحر کے مقام پر جو قربانی ہوتی ہے اس کے گوشت کا کچھ حصہ تو استعمال میں آتا ہے باقی رات کو بلڈوزر آتے ہیں اور تمام ذبح شدہ جانوروں کو کھال سمیت سمیٹ کر ایک گہرے

گڑھے میں دبا دیتے ہیں ـــــ مزید یہ کہ مکہ فتح ہوا ہے ۸ھ میں' جس کے بعد مسلمانوں کو حج کا موقع ملا ہے' لیکن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں اس فتح سے قبل ہی عید الاضحیٰ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قربانی کیا کرتے تھے۔ میں آپ کو وہ حدیث سنا چکا ہوں کہ آنحضور ﷺ سے صحابہؓ نے دریافت کیا تھا کہ "یا رسول اللہؐ! ان قربانیوں کی نوعیت کیا ہے؟" تو جواباً آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا : ((سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ))۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب سیدھی راہ سے ہٹتا ہے تو اس کی عقل اوندھی ہو جاتی ہے اور وہ عقل عام یعنی Common Sense سے بھی تہی دست ہو جاتا ہے۔

دوسرے وہاں جو لوگ گئے ہیں وہ حرم شریف میں نمازیں ادا کر رہے ہیں' کعبہ شریف کا دیدار اور پھر اس کا طواف کر رہے ہیں۔ منیٰ میں قیام ہو رہا ہے۔ وقوفِ عرفات سے شاد کام ہو رہے ہیں۔ مزدلفہ میں ذکرِ الٰہی ہو رہا ہے' جیسا کہ حکم قرآنی ہے : ﴿ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ﴾ ان کو طوافِ قدوم' طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع کی سعادتیں بھی نصیب ہو رہی ہیں۔ وہ سعی بھی کر رہے ہیں۔ تو ان کے لئے تو بہت سی برکات ہیں' جن میں ایک اضافی برکت قربانی کی بھی ہے۔ اور جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ قربانی مفرد پر تو واجب ہی نہیں ہے۔ اسی طرح قران کی نیت کرنے والے پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ قران اس حج کو کہتے ہیں کہ اس نیت سے احرام باندھا جائے کہ اسی احرام میں عمرہ بھی کروں گا اور حج بھی ـــــ قربانی تو صرف تمتع کرنے کی نیت والے حاجی پر واجب ہے یعنی وہ پہلے عمرے کی نیت کرے اور پھر عمرے کے بعد احرام کھول دے۔ پھر حج کے موقع پر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھے۔ یعنی ایک ہی سفر میں آپ نے عمرہ اور حج دونوں کی سعادت حاصل کی۔ لہٰذا اس سہولت یعنی اس تمتع کے شکرانے کے طور پر آپ پر قربانی واجب ہو گئی۔ اب میری بات غور سے سماعت فرمایئے۔ وہ یہ کہ اصل میں شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام میں قربانی کی اہمیت اور

وجوب زیادہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حج پر نہیں گئے تھے 'لہٰذا حج کے سلسلہ کی بقیہ برکات سے محروم ہیں۔ ان کے لئے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد رکن رکین در حقیقت یہ قربانی ہے' جو سنّتِ ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے۔ گویا بھیڑوں' بکریوں' گایوں اور اونٹوں کی قربانی اصلاً علامت کی حیثیت رکھتی ہے اطاعت و فرماں برداری اور تسلیم و انقیاد اور اس پر مداومت اور استقامت کی اس روح کے لئے جو حضرت ابراہیم (علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام) کی پوری شخصیت میں رچی بسی ہوئی تھی اور ان کی پوری زندگی میں جاری و ساری رہی تھی۔

قربانی کی اصل روح :

البتہ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ نماز کا ایک ظاہر ہے' یعنی قیام ہے' رکوع ہے' سجود ہے' قعدہ ہے۔ یہ ایک خول اور ڈھانچہ ہے۔ اس کا ایک باطن ہے' یعنی توجہ اور رجوع الی اللہ' خشوع و خضوع' بارگاہِ رب میں حضوری کا شعور و ادراک' انابت' محبّتِ الٰہی —— نماز کی اصل روح اور جان تو یہی چیزیں ہیں ؎

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا سجود بھی حجاب ' میرا قیام بھی حجاب!

اسی طرح اس بات کو سمجھ لیجئے کہ جانور کو ذبح کرنا اور قربانی دینا ایک ظاہری عمل ہے۔ یہ ایک خول ہے۔ اس کا ایک باطن بھی ہے اور وہ "تقویٰ" ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں قربانی کے حکم کے ساتھ متنبہ کر دیا گیا کہ :

﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ (الحج : ۳۷)

"اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت اور ان کا خون —— ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی"۔

اگر تقویٰ اور روحِ تقویٰ موجود نہیں' اگر یہ ارادہ اور عزم نہیں کہ ہم اللہ کے

دین کے لئے اپنی مالی و جانی قربانی کے لئے تیار رہیں تو اللہ کے ہاں کچھ بھی نہیں پہنچے گا۔ یعنی ہمارے نامۂ اعمال میں کسی اجر و ثواب کا اندراج نہیں ہو گا۔ گوشت ہم کھالیں گے ' کچھ دوست احباب کو بھیج دیں گے ' کچھ غرباء کھانے کو لے جائیں گے ' کھالیں بھی کوئی جماعت یا دارالعلوم والے لے جائیں گے۔ لیکن اللہ تک کچھ نہیں پہنچے گا اگر وہ روح موجود نہیں ہے —— وہ روح کیا ہے؟ وہ تو امتحان ' آزمائش اور ابتلاء ہے اور اس میں کامیابی کا وہ تسلسل ہے جس سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی عبارت ہے۔

ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم سوچیں ' غور کریں اور اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا واقعتاً ہم اللہ کی راہ میں اپنے جذبات و احساسات کی قربانی دے سکتے ہیں؟ کیا واقعتاً ہم اپنی محبوب ترین اشیاء اللہ کی راہ میں قربان کر سکتے ہیں؟ کیا واقعتاً ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے وقت کا ایثار کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے ذاتی مفادات کو اللہ اور اس کے دین کے لئے قربان کر سکتے ہیں؟ اپنے علائق دنیوی ' اپنے رشتے اور اپنی محبتیں اللہ کے دین کی خاطر قربان کر سکتے ہیں؟ اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو عید الاضحیٰ کے موقع پر یہ قربانی بھی نورٌ علیٰ نُورٍ —— اور اگر ہم اللہ کے دین کے لئے کوئی ایثار کرنے کے لئے تیار نہیں تو جانوروں کی یہ قربانی ایک خول اور ڈھانچہ ہے جس میں کوئی روح نہیں۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی!

جانوروں کا ذبح کرنا رہ گیا ہے ' اس میں جو روحِ ابراہیمی تھی وہ موجود نہیں ہے۔ اس نقطۂ نظر سے ہم میں سے ہر شخص کو اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ میری زندگی سنّتِ ابراہیمی کے مطابق ہے یا نہیں!! اگر ہے تو جانوروں کی قربانی کی بھی ہماری زندگی کے ساتھ ایک مطابقت ہے۔ اگر نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ نیم کے درخت پر ثمر بہشت کا ایک آم لا کر ہم نے دھاگے سے باندھ دیا ہے۔ اللہ

اللہ خیر سلاّ! —— اس سے وہ درخت آم کا نہیں ہو جائے گا' وہ تو نیم ہی کا درخت ہے اور وہی رہے گا۔ ہماری جو کیفیات بالفعل ہیں وہ تو یہی ہیں کہ ہم نے نیم کے درختوں پر اِدھر اُدھر سے کچھ آم لا کر ٹانک لئے ہیں۔ اور جس طرح ہم نے دین کے دوسرے بہت سے حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اسی طرح قربانی کی اصل روح بھی ہمارے دلوں سے غائب ہو چکی ہے اور اب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک ایک رسم کی ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی —— یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال پندرہ بیس لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو حج کرتے ہیں اور بلا مبالغہ پورے کرۂ ارض پر ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر کروڑوں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے لیکن وہ روحِ تقویٰ کہیں نظر نہیں آتی جس کی رسائی اللہ تک ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے وہ دل' وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے!

یعنی اللہ کا تقویٰ مسلمانوں میں کم یاب' بلکہ عنقا شے بن کر رہ گیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عقل و شعور کے ساتھ ہم میں اس بات کی طلب پیدا ہو' ہم متوجّہ ہوں اور معلوم کریں کہ کُل روحِ دین کیا ہے! روحِ قربانی کیا ہے! جس کا ایک نمونہ اور جس کی ایک یادگار ہم ہر سال جانوروں کی قربانیوں کی شکل میں مناتے ہیں —— اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی اصل حقیقت کا فہم عطا فرمائے اور ہمیں ہمت دے کہ ہم واقعتاً اپنے مفادات' اپنے جذبات' اپنے احساسات اور اپنی محبتیں' ان سب کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر قربان کر سکیں —— اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اصل روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کر سکیں اور عیدِ قربان پر جب اللہ کے نام پر جانور کی قربانی کریں اور اسے ذبح کریں تو ساتھ ہی یہ عزمِ صمیم بھی کر لیں کہ ہم اپنا تن' من' دھن اس کی رضا کے لئے' اس کے دین کی سربلندی کے لئے اس کی راہ میں قربان کر دیں گے۔

اقول قولی هذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المُسلمین والمُسلمات○○